وصیت واجبہ سے متعلق مسلمان ممالک کے قوانین، مسلم فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ کی دفعہ ۴ اور پاکستان کی اعلی عدالتوں کے فیصلوں کا تجزیاتی مطالعہ

Mandatory will; a Critical Study of the Modern Legislation in Muslim Countries, Section 4 of the Muslim Family Laws and Judgments of the Higher Courts

مقالہ نگار: ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

چیئرمین شعبہ تربیت

شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

habib-rehman@iiu.edu.pk

ABSTRACT

With the start of the codification of Muslim Personal Law in the Muslim countries, the question of exclusion and deprivation of orphan grand-children of the deceased from heir ship has gained importance. Bringing of section 4 on statute book was the result of the recommendations of the Commission on Marriage and Family Laws 1956. It was based on so-called ijtihād which caused confusion in the Islamic law of inheritance. Hence by declaring the section 4 repugnant to the injunctions of Islam, the Federal Shari‘at Court observed that the concept of "compulsory will" is an appropriate alternate to this problem. The court explains that making a will in favor of orphan grandchildren out of an estate of grandparents to the extent of one third would be very plausible solution to meet the socio- economic problem. The article aims to elaborate the concept of making of a will specially *wasiyat wajiba* in favor of orphan grandchildren. Various juristic opinions, rulings and legislation of Muslim countries have been analyzed in this regard. Majority of jurists are of the opinion that the making of will in the said case is only recommended and not mandatory. However according to some jurists it is mandatory. In this condition the legislative body may take steps to amend the law so as to bring the said provision in conformity with the injunctions of Islam.

Key Words: *wasiyat wajiba*, Muslim Personal Law, Section 4, Orphan Grand-Children

مسلم ممالک کی غالب اکثریت میں عائلی قوانین قانونی دفعات کی شکل میں ہیں۔ یہ قوانین درحقیقت وہ فقہی احکام ہیں جن کی ضابطہ بندی کر کے ملکی قانون کے طور پر نافذ کیا گیا ہے۔ان میں سب سے موضوع بحث بننے والا قانون یہ ہے کہ یتیم پوتے پوتیوں کے حق میں وصیت کو وصیت واجبہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ وہ فقہا جو وصیت واجبہ کے قائل ہیں ان کی آراء سے استفادہ کرتے ہوئے بعض مسلم ممالک نے یتیم پوتے پوتیوں کے حق میں وصیت کو وصیت واجبہ کا درجہ دیا ہے۔اس نوع کی قانون سازی سب سے پہلے مصر میں ۱۹۴۶ء میں ہوئی،اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں شام کے عائلی قوانین کا اسے حصہ بنایا گیا۔ دیگر ممالک مثلاً تیونس کے عائلی قوانین میں ۱۹۵۶ء میں، مراکش ۱۹۵۸ء، فلسطین ۱۹۶۲ء، کویت ۱۹۷۱ءاور اردن کے عائلی قوانین میں ۱۹۷۶ء سے وصیت واجبہ کا قانون نافذالعمل ہے۔اس حوالے سے پاکستان کے عائلی قوانین کی متنازعہ دفعات میں سب سے زیادہ متنازعہ دفعہ ۴ ہے،اس میں متنازعہ حصہ یتیم پوتے کی میراث سے متعلق ہے۔جب وفاقی شرعی عدالت میں مذکورہ دفعہ کو قرآن وسنت سے متصادم ہونے کی بنیاد پر چیلنج کیا گیا تو عدالت نے اس قانون کو قرآن وسنت کے منافی قرار دیتے ہوئے علماء سے یہ سوال پوچھا کہ آیا پوتوں، پوتیوں اور نواسوں نواسیوں کے لیے وصیت کرنا فرض ہے؟ تفصیلی بحث کے بعد عدالت نے قرار دیا کہ یتیم پوتوں کو آیت میراث میں داخل قرار نہیں دیا جا سکتا تاہم وہ اولاد کے بہت قریب ہوتے ہیں اس لیے عدالت کی رائے میں وہ ایک تہائی حصے میں وصیت کے حق دار ہوں گے۔

مسلم فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ء ایک اہم قانون ہے کیوں کہ ہماری زندگی کا نہایت اہم حصہ عائلی زندگی اس کا موضوع ہے۔اس آرڈیننس کا پس منظر، عنوان اور اس کے مندرجات نصف صدی سے اہل علم ودانش کے ہاں دلچسپی کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ یہ شروع دن سے متنازعہ ہے، بالخصوص اس کی دفعہ ۴ اور دفعہ ۷ نے جہاں کئی قلم تھکائے ہیں وہاں ایک فائدہ بھی دیا ہے وہ یہ کہ اس دفعہ کے قانون کو سمجھنے کے لیے اسلامی قانون میراث کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں دفعہ ۴ کے ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا جو ۱۹۵۳ء سے موضوع بحث بنے ہوئے ہیں اور اس بات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی کہ وصیت واجبہ کس حد تک اس مسئلہ کا حل ہے؟ مزید یہ کہ وصیت واجبہ سے متعلق بعض مسلم ممالک نے جو قانون سازی کی ہے اس کی نوعیت اور شرعی حیثیت کیا ہے، قدیم اور معاصر فقہاء کا نقطہ نظر کیا ہے؟ اس حوالے سے پاکستان کی اعلی عدالتوں کے فیصلوں پر ایک ناقدانہ نگاہ بھی ڈالی جائے گی۔

پس منظر

مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعہ ۴ کی تاریخ ۱۹۵۳ء سے شروع ہوتی ہے جب کہ باقی دفعات ۱۹۵۵ء میں متعارف کرائی گئی تھیں۔

۳ دسمبر ۱۹۵۳ء کو جناب چوہدری محمد اقبال چیمہ نے ویسٹ پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی میں میں ترمیم کے لیے حسب ذیل پیش کیا؛

West Punjab Muslim Personal Law (Shariat Application Act 1948) (Act IX of 1948)

"یہ خیال عام پایا جاتا ہے کہ اسلامی قانون وراثت کے لیے اصول نیابت بالکل اجنبی ہے۔ اس وقت مورث کی وفات سے پہلے مرنے والے بیٹے یا بیٹی اور بھائی یا بہن کی اولاد کو اس مورث کی جائیداد سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ شریعت میں کوئی ایسی واضح ممانعت موجود نہیں ہے کہ یہ اشخاص بھی مورث کی دوسری اولاد کی موجودگی میں محجوب الارث ہی ٹھہریں گے۔ قانون (وراثت) کا مروجہ نظریہ یتیم پوتوں پوتیوں، نواسوں نواسیوں، بھتیجوں بھانجوں وغیرہ کی زندگی بڑی اندوہ ناک بنادیتا ہے۔ پس قانون کو اسلامی روح سے ساز گار بنانے کے لیے یہ ترمیم تجویز کی جاتی ہے۔

جب کوئی بیٹا بیٹی یا بھائی بہن اپنے مورث سے وراثت پانے سے پہلے فوت ہو جائے تو ان کا حق وراثت بوقت تقسیم وراثت مورث ان (فوت شدہ) کے اپنے جانشینوں اور وارثوں کی طرف منتقل کیا جائے گا (اور یہ سمجھ لیا جائے گا) کہ گویا اشخاص متذکرہ بالا اپنے مورث (آخری مالک) کی وفات کے فوراً بعد مرے"۔[1]

بل کا محرک کچھ بھی ہو، جذبۂ ہمدردی یا جرأت اجتہاد، بہر حال بل پر رد عمل ہوا۔ مولانا داؤد غزنوی، رکن اسمبلی نے بل کی مخالفت کی کہ مجوزہ ترمیم اجماع کے خلاف ہے۔ اسمبلی سے باہر علماء اسلام کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اس بل کی مخالفت میں آواز اٹھائی۔ اس پر حکومت نے یہ بل استصواب رائے کے لیے مختلف جہات میں متداول کر دیا۔ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے بیان کے مطابق یہ بل جسٹس صاحبان، انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب، سیکرٹری محکمہ مہاجرین و آباد کاری، سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پرنٹنگ پنجاب، ڈائریکٹر آف انڈسٹریز پنجاب، بار ایسوسی ایشنز اور بعض علماء اسلام کو بھی ارسال کیا گیا۔[2]

ادارہ طلوع اسلام نے پوتے کے محجوب الارث نہ ہونے پر مضامین اور کتابچے شائع کیے اور بل کی جزوی حمایت کی۔ مفتی محمد شفیع، مفتی جمیل احمد تھانوی، سید غلام احمد بی اے پلیڈر ااور دیگر اہل علم نے طلوع اسلام کے پیش کردہ موقف کی تردید اور بل کی مخالفت میں تحریریں شائع کیں۔ پنجاب اسمبلی کو مجوزہ بل کے بارے میں مختلف آراء موافقت اور مخالفت میں موصول ہوئیں۔

جسٹس آرچسن (Ortcheson) بھی لکھتے ہیں؛

"In my opinion if the principal laid down in this bill is in accordance with the Sharī'at, it is unnecessary, or if it is against the Sharī'at, it is invalid"[3]

عائلی کمشن کا قیام؛ عائلی قوانین میں اصلاحات کی سفارشات تیار کرنے کے لیے ۴ اگست ۱۹۵۵ء کو ایک کمیشن تشکیل دیا گیا۔ یہ کمیشن سات ارکان پر مشتمل تھا۔ خلیفہ ڈاکٹر شجاع الدین اس کے صدر اور ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اس کے رکن اور سیکرٹری تھے۔ ان کے علاوہ مسٹر عنایت الرحمن، مولانا احتشام الحق تھانوی، بیگم شاہنواز، بیگم انور جی احمد اور بیگم شمس النہار محمود اس کمیشن کے ارکان تھے؛

> "The commission was composed of three men three women and one religious scholar (to represent the 'ulama)"[4]

خلیفہ شجاع الدین کی وفات کے بعد ۱۲ اکتوبر کو جسٹس عبدالرشید، پاکستان کے پہلے چیف جسٹس، اس کے سربراہ مقرر ہوئے اور ان ہی کی سربراہی میں اس کمیشن کی سفارشات مرتب ہوئیں، یہی وجہ ہے کہ اس کمیشن کو بالعموم رشید کمیشن کہا جاتا ہے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے اپنا الگ اختلافی نوٹ لکھ دیا۔

۱۱ جون ۱۹۵۶ء کو کمیشن کی سفارشات گزٹ میں اور پھر اخبارات میں شائع ہوئیں۔ شائع شدہ رپورٹ پر جناب جسٹس عبدالرشید کے بطور صدر کمشن دستخط ہیں اور جناب ایڈوارڈ نیلسن کے بطور سیکرٹری۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے:

> "It may be stated that all the decisions of the commission in respect of these questions were unanimous except that Maulāna Eḥtishāmul-Haq Sahib has dissented from opinion of the remaining members of the commission on three or four points. The opinion of the Maulāna is embodied in his note of dissent which is appended to this report."[5]

۱۹۶۱ء میں رشید کمشن کی بعض سفارشات کو مسلم عائلی قانون مجریہ ۱۹۶۱ میں شامل کر کے نافذ کر دیا گیا۔ دینی حلقوں اور علماء کرام نے اس آرڈیننس کے خلاف بھرپور احتجاج کیا اور اسے قرآن وسنت کے منافی قرار دیا۔

مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعہ ۴ کی شرعی حیثیت پر اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی وزارت قانون اور عدلیہ کا مؤقف؛

آئین کے تحت قائم کردہ **اسلامی نظریاتی کونسل** (اس وقت کی اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل) نے ۱۹۶۷ء میں اس کی دفعہ ۴ کو خلاف اسلام قرار دیا؛[6]

"تمام اراکین کونسل بشمول چیئرمین بہ استثناء ڈاکٹر فضل الرحمان اور جناب ابوالہاشم صاحبان اس بات پر متفق ہیں کہ یہ بچے بروئے شریعت وارث نہیں ہیں اور نہ جبری وصیت کے ذریعہ اس کا انتظام کیا جائے گا۔ ان کے حالات کو جانچنے کے بعد ورثاء سے حسب تقاضائے شریعت ان کے نان ونفقہ کا انتظام بذریعہ عدالت کرایا جائے"۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا از سر نو غور: ۱۰ فروری ۱۹۷۹ کو کونسل نے آرڈیننس پر جسٹس محمد افضل چیمہ کی زیر صدارت از سر نو غور کیا اور حسب ذیل سفارش کی؛

"موجودہ دفعہ چار حذف کر کے اس کی جگہ یہ دفعہ لکھی جائے؛

اگر مورث کی زندگی میں اس کا کوئی لڑکا یا لڑکی فوت ہو جائے جب کہ مورث کا کوئی اور بیٹا یا بیٹے مورث کی وفات کے وقت زندہ ہوں، تو اس لڑکے یا لڑکی کی اولاد اپنے دادا یا نانا کے ترکہ میں اتنا حصہ پائے گی جتنے حصہ کی وصیت ان کے نانا یا دادا نے ان کے حق میں کی ہو، بشرطے کہ وہ وصیت مجموعی طور سے میت کے ترکہ ابتدائی واجبات ادا کرنے کے بعد کل ترکہ کے ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ البتہ اگر دادا یا نانا نے مذکورہ اولاد کے حق میں کوئی وصیت نہ کی ہو تو دادا یا نانا کے ورثاء پر لازم ہو گا کہ وہ مذکورہ اولاد کو اتنا نفقہ ادا کریں جتنا کہ عائلی عدالت متعلقہ امور پر غور کرنے کے بعد اسلامی شریعت کے مطابق ان کے لیے تجویز کرے"۔

وفاقی وزارت قانون کا موقف:

۱۹۸۰ء میں وفاقی وزارت قانون نے اس قانون کو اسلام کے روشن چہرے پر ایک بدنما سیاہ دھبہ اور ارتداد کی حد تک ملحدانہ قانون قرار دیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے نام وفاقی وزارت قانون کے مراسلہ نمبر 79/2282 جاری کردہ ۱۵ جنوری ۱۹۸۰ کا متن حسب ذیل ہے:

> "The Muslim Family Laws Ordinance, 1961, is utterly un-Islamic. It is against the Holy Quran and Sunnah. It has dared to aimed the Qur'anic law to the extent of irtidād and its existence is a shur, a blot on the glorious name of Islam and our Islamic country. Such a legislation or even its name need not be protected. Let us clean the blot altogether by its total repeal".[7]

وزارت قانون نے کہا کہ یہ قانون تو کیا، اس کا یہ نام بھی نہ رہنا چاہیے۔ مگر اس کے باوجود یہ مسلم فیملی لاء ہی کہلواتا رہا۔ ۲۰۰۰ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلہ میں اس کی دفعہ ۴ کو خلاف اسلام اور دفعہ ۷ کی شق (۳) و (۷) کو ضمناً اسلام کی خلاف ورزی قرار دیا۔[8]

پشاور ہائی کورٹ اور رفیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے:

۱۹۷۹ء میں پشاور ہائی کورٹ نے مقدمہ بعنوان فرشتہ بنام سرکار میں اس کی دفعہ ۴ کو خلاف اسلام قرار دیا اور اسے منسوخ کرنے کا بھی حکم دیا[9]:

> To sum up we are of the considered opinion that section 4 of Muslim Family Laws Ordinance is against the injunctions of Islam and it should be repealed…

> حکومت نے پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کو اس کے دائرہ اختیار سے متجاوز قرار دیتے ہوئے شریعت اپیلنٹ بنچ کے سامنے اپیل کر کے چیلنج کر دیا۔ شریعت اپیلنٹ بنچ نے اسے دائرہ اختیار سے متجاوز قرار دیتے ہوئے ہائی کورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دیا۔

فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ؛

۱۹۸۰ میں وفاقی شرعی عدالت کے قیام کی بعد ایک مرتبہ پھر مسلم شخصی قوانین کی تعبیر و تشریح کا مسئلہ اٹھایا گیا تو وفاقی شرعی عدالت نے اسے اپنے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیا۔اس کے خلاف عدالت عظمی میں اپیل کی گئی تو عدالت عظمی نے اپنے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے مسلم شخصی قوانین کی تعبیر و تشریح کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار کے اندر قرار دیا۔اس طرح وفاقی شرعی عدالت نے عائلی قوانین کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس کا آغاز دفعہ ۴ سے کیا۔

وفاقی شرعی عدالت میں ڈاکٹر اسلم خاکی، عاصمہ جہانگیر، سعدیہ بخاری اور راشد ہپٹیل نے موقف اختیار کیا کہ کوئی قرآنی حکم یتیم پوتے کو وراثت سے محروم نہیں کرتا۔ لفظ ولد میں یتیم پوتے بھی شامل ہیں اور اجماع میں حالات کے مطابق تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔عدالت نے فریقین کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد درج ذیل فیصلہ دیا؛

> In view of the fore going discussion we hold that the provision contained in section 4 of the of Muslim Family Laws Ordinance, 1961, as presently in force, is repugnant to the injunctions of Islam and direct the President of Pakistan to take steps to amend the law so as to bring the said provision in conformity with the injunctions of Islam. We further direct that the said provision which has been held is repugnant to the injunctions of Islam shall cease to have effect from 31st day of March 2000.

دفعہ ۴ کا حل وصیت واجبہ

اسلامی نظریاتی کونسل اور فیڈرل شریعت کورٹ دونوں نے یتیم پوتے اور پوتی کے لیے وصیت کو لازم قرار دینے کی تجویز دی ہے۔

وصیت واجبہ اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی سالانہ رپورٹ ۹۲-۱۹۹۱ میں وصیت واجبہ کے حق میں درج ذیل سفارشات پیش کی تھیں:

"کونسل نے طے کیا کہ وصیت کرنے کے لیے موصی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ کسی عمر میں مرنے سے برسوں پہلے یا وقت مرگ کرے، البتہ وصیت کرنا مستحب ہے، وصیت کا ثبوت قرآن مجید اور حدیث شریف سے ملتا ہے۔ آئمہ اربعہ نے قرآن و

حدیث کی تعلیمات کے مطابق وصیت کو حسن سلوک پر محمول کرتے ہوئے اس کو مستحب قرار دیا ہے، اس لیے یہ لازمی اور ضروری نہیں کہ عمر کے کسی حصے میں کسی کو وصیت کے لیے مجبور کیا جائے۔ شریعت کی اصطلاح میں مستحب کی تعریف یہ ہے کہ وہ کام شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہو مگر اس کے ترک پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہو۔ اس صورت حال میں کسی شخص کو اس امر کا پابند کرنا کہ وہ جائیداد کے بارے میں وصیت کرے، درست نہ ہوگا۔ دادا/دادی، نانا/نانی کے لیے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ اپنے فوت شدہ بیٹے/بیٹی کے بچے/بچوں کے بارے میں لازماً وصیت لکھوائیں اور اس کی مقدار کل ترکے کی تہائی تک ہو"۔

کونسل نے اس سفارش پر اپنے اجلاس نہم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۹۱ء (مطابق ۱۴ تا ۱۷ صفر ۱۴۱۲ھ) غور کیا۔ اور جناب جسٹس شجاعت علی قادری ممبر کونسل کا مرتبہ اختلافی نوٹ جس پر مولانا ارشاد الحق تھانوی اور مولانا محمد اطہر نعیمی کے بھی دستخط تھے بطور فیصلہ منظور کر لیا جو حسب ذیل ہے۔

مجھے اس امر سے کلیتاً اختلاف ہے کہ عمر کے کسی حصہ میں بھی لوگوں پر حکومت کی جانب سے یہ امر لازم قرار دیا جائے کہ وہ اپنے یتیم پوتوں پوتیوں، نواسوں اور نواسیوں کے لیے وصیت کریں، بلکہ بعض حضرات کا یہ مطالبہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے وصیت نہ بھی کر سکے تو حکومت از خود ہی یہ فرض کر لے کہ اس شخص نے وصیت کی ہے۔ وصیت کے لازمی ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾[البقرة۲: ۱۸۰] (جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے، اگر وہ مال چھوڑے تو اس پر لازم ہے وصیت کرنا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ، پرہیز گاروں پر لازم ہے)۔ اس آیت کے علاوہ بعض احادیث بھی ہیں جن سے وصیت کا تاکیدی امر ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن قرآن و سنت سے استدلال کرتے وقت ان اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے جو ان کے سمجھنے کے لیے امت مسلمہ میں طے شدہ ہیں، یہ قرآن و سنت سے بھی ثابت ہیں اور فطری و عقلی ادلہ بھی ان کی تصدیق کرتے ہیں، ان میں سے ایک قاعدہ نسخ کا بھی ہے، اس کو تمام امت نے تسلیم کیا ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ اس کی تفصیلات میں اختلاف ہو تو ہو، اور خود قرآن کریم میں بھی قرآن فہمی کے اس اصول کو بڑی وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم میں ہے: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾ [البقرة۲: ۱۰۶] (اور ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں یا تو ہم اس سے بہتر لاتے ہیں

اور یا اس کی مثل لاتے ہیں)۔ قرآن کریم میں نسخ کی متعدد مثالیں موجود ہیں، جو لوگ آئین و قانون سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہے۔ آیت وصیت کے بارے میں مفسرین امت نے فرمایا ہے۔ ابتدائے اسلام میں رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا فرض تھا، پھر جب آیت میراث نازل ہوئی تو اس نے اس آیت کو منسوخ کر دیا، آیت میراث میں بتایا گیا ہے، اللہ تم کو تمہاری اولاد کی بابت وصیت کرتا ہے گویا یہ بتایا جا رہا ہے کہ پہلے وصیت کرنا تمہاری ذمہ داری تھی اب یہ کام اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، اور اس کی وجہ خود قرآن میں یہ بتائی گئی ہے کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے آباء و ابناء میں نفع کے اعتبار سے تم سے زائد قریبی کون ہے؟ آیت وصیت کے نسخ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ ألآ لا وصیۃ لوارث[10] (بے شک اللہ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے، آگاہ ہو جاؤ اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں)۔ نیز آئمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ غیر وارث رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا واجب نہیں، اور جب ائمہ اربعہ کا اجماع ہو جائے تو اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے کیونکہ ہر دور کے اعداد و شمار سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ امت مسلمہ کا سواد اعظم ان چاروں ائمہ کے متبعین پر ہی مشتمل ہے اور اجماع بلا دلیل نہیں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات تک ایسے قطعی نصوص پہنچے ہوں گے جن کی بنا پر ان حضرات نے اجماع کیا ہے اور کچھ نصوص ہم نے بھی بیان کیے، اب جن احادیث میں وصیت کا ذکر ہے تو وہ محض استحبابی ہے اور غیر ورثہ کے لیے ہے، کسی حکومت کو اتنا زائد اختیار دینا کہ وہ دین میں مداخلت کرنے لگ جائے اور مباح کو واجب قرار دے شرعاً جائز نہیں، نظریہ ضرورت ایسا عام نہیں کہ اب جو جی میں آئے اس نظریہ کے بہانے سے کرتے چلے جائیں، اگر ایسا ہو گا تو یہ قانون اور لا قانونیت کو اکٹھا کرنے کے مترادف ہو گا، یا یوں کہہ لیجیے کہ قانون صرف کتابوں کی زینت ہو گا اور عملی زندگی لا قانونیت کے قانون کے تحت چلائی جائے گی، یہ واقعہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ یہ ارادہ فرمایا کہ قانونی طور پر مہر کی رقم کم کر دی جائے، اب رقم کا کم مقرر کرنا ایک مباح امر تھا جس کو وہ مصلحت وقت کے پیش نظر واجب ولازم کرنا چاہتے تھے، مگر ایک عورت نے کھڑے ہو کر ان پر اعتراض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی قد غن نہیں لگائی ہے، تو آپ کیوں لگاتے ہیں، اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اسی وقت اپنے قول سے رجوع فرما لیا۔ محض مصلحت کی خاطر اجماع امت کو قربان کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس کے لیے ضرورت مُلجئۃ کا ہونا ضروری ہے، اگر کوئی مصلحت ہے تو اس کی تکمیل اقربا کے نفقہ کے قانون سے ہو سکتی ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ ۷۸-۱۹۷۷ء میں پیش کیا ہے۔

کونسل کی مجوزہ ترامیم

اگر مورث کی زندگی میں اس کا کوئی لڑکا یا لڑکی فوت ہو جائے جب کہ مورث کا کوئی اور بیٹا یا بیٹے مورث کی وفات کے وقت زندہ ہوں تو اس لڑکے یا لڑکی کی اولاد اپنے دادا یا نانا کے ترکہ میں اتنا حصہ پائے گی جتنے حصے کی وصیت ان کے نانا یا دادا نے ان کے حق میں کی ہو بشرطیکہ وہ وصیت مجموعی طور پر میت کے ترکہ سے ابتدائی واجبات ادا کرنے کے بعد کل ترکے کے ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ البتہ اگر دادا یا نانا نے مذکورہ اولاد کے حق میں کوئی وصیت نہ کی ہو تو اس دادا یا نانا کے ورثا پر لازم ہو گا کہ وہ مذکورہ اولاد کو اتنا نفقہ ادا کریں جتنا کہ عائلی عدالت متعلقہ امور پر غور کرنے کے بعد اسلامی شریعت کے مطابق ان کے لیے تجویز کرے۔[11]

وصیت واجبہ اور وفاقی شرعی عدالت

عدالت نے وصیت واجبہ سے متعلق دلائل کا تفصیلی جائزہ لیا، اسلامی کونسل کی سفارشات کو بھی پیش نظر رکھا اور دیگر اسلامی ممالک مثلاً مصر، سوڈان شام، اردن وغیرہ کے مدون قوانین سے بھی استفادہ کیا۔ عدالت کی نظر میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۰ میں اس بات کو لازمی قرار دیا گیا ہے کہ جب کسی کی موت قریب آجائے تو وہ اپنے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرے۔ یہ الزامی نوعیت کا حکم ہے۔ اس لیے عدالت نے وصیت واجبہ کے اصولوں کے مطابق قانون سازی کے لیے احکامات صادر کیئے۔

وصیت واجبہ سے متعلق فقہا کی آراء اور جدید قانون سازی: ایک جائزہ

وصیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وصیت مستحب ہے۔ تاہم بعض حالات میں وصیت مباح، مکروہ، حرام یا واجب بھی ہو جاتی ہے۔ معروف حنفی فقیہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں: فالقياس يأبى جواز الوصية[12] (قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ وصیت جائز بھی نہ ہو کیونکہ وصیت میں مرنے کے بعد کسی کو مالک بنایا جاتا ہے، جب کہ مرنے کے بعد اس مال پر اس شخص کی ملکیت باقی نہیں رہتی لیکن قیاس کے برخلاف اس کا جواز قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے: الا انهم استحسنوا جوازها بالكتاب العزيز والسنة الكريمة والاجماع (یعنی علما وصیت کو کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع کی بنیاد پر مستحسن [مستحب] سمجھتے ہیں) اس کے بعد وصیت کے واجب ہونے کے قائل علما کا نقطہ نظر ذکر کرتے ہیں:

وبعض الناس يقول الوصية واجبة لما رُوى عنه عليه الصلوة والسلام أنه قال: لا يحل لرجل يؤمن بالله واليوم الآخر له مال يريد أن يوصى فيه يبيت ليلتين الا ووصية عند رأسه[13] (بعض لوگ کہتے ہیں کہ وصیت واجب ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہے اور اس کے پاس مال ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ دو راتیں بھی اس حال میں گزریں کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو)۔

علامہ کاسانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث وصیت کے واجب ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ یہ تو وصیت کے واجب ہونے کی نفی کر رہی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص وصیت کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے وصیت نہ کرنا درست نہیں ہے: لان فيه تحريم ترك الايصاء عند ارادة الايصاء والواجب لا يقف وجوبه على ارادة من عليه كسائر الواجبات[14] (یعنی اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ترک وصیت اس شخص کے لیے حرام ہے جو وصیت کا ارادہ رکھتا ہو، حالانکہ جس پر کوئی حکم واجب ہو وہ اس کے ارادہ اور چاہنے پر موقوف نہیں ہوتا جیسا کہ دیگر واجب عبادات کا حکم ہے کہ ان میں یہ اختیار نہیں کہ چاہے تو بجالائے اور چاہے تو ترک کردے بلکہ اس کا کرنا ضروری ہے)۔

حنفی فقہا کے نزدیک واجب وصیت کی صورتیں

اگر کسی شخص سے فرائض میں سے کوئی فرض عبادت چھوٹ گئی ہو مثلاً حج، زکوۃ یا کفارات وغیرہ تو ان صورتوں میں اس شخص کے لیے وصیت واجب ہے یعنی اسے لازماً وصیت کرنا چاہیے کہ کوئی شخص اس کی طرف سے فریضہ حج ادا کردے یا جو زکوۃ وہ خود ادا نہیں کر سکا وہ اس کی طرف سے ادا کردی جائے۔[15]

حنبلی فقہ میں واجب وصیت کی صورتیں

ابن قدامہ لکھتے ہیں: ولا تجب الوصية الامن عليه دين، أو عنده وديعة أو عليه واجب يوصى بالخروج منه فان الله تعالىٰ فرض أداء الامانات وطريقه في هذا الباب الوصية فتكون مفروضة عليه، فأما الوصية بجزء من ماله فليست بواجبة على أحد في قول الجمهور وبذالك قال الشعبي والنخعي والثوري ومالك والشافعي و اصحاب الرائ وغيرهم[16] (وصیت صرف اس شخص پر واجب ہے جس پر قرض ہو یا اس کے پاس کسی کا مال بطور امانت ہو یا اس پر کوئی اور چیز واجب ہو جسے وصیت کر کے پورا کرنا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے امانتوں کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، اس لیے ان کی ادائیگی فرض ہے، البتہ کسی شخص پر اپنے مال کے کسی حصے کی وصیت کرنا واجب نہیں، یہی جمہور علما کا مؤقف ہے۔ امام شافعی، امام نخعی، امام ثوری، امام مالک، امام شافعی، اصحاب الرائے وغیرہ کا یہی مسلک ہے)۔

جمہور علما کا نقطہ نظر ذکر کرنے کے بعد ابن عبد البر کے حوالے سے نقل کیا کہ وصیت واجب نہیں ہے: وقال ابن عبد البر: أجمعوا على أن الوصية غير واجبة.... الا طائفة شذتها فأوجبتها[17] (ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ وصیت واجب نہیں ہے، ہاں اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس پر کسی کے حقوق ہوں، یا اس کے پاس امانت ہو لیکن اس کے گواہ نہ ہوں تو اس صورت میں وصیت واجب ہے۔ باقی صورتوں میں وصیت کے واجب ہونے کے قائل کچھ لوگ ہی ہیں)۔

شافعی نقطہ نظر

امام نووی المجموع شرح المھذب میں لکھتے ہیں: والوصية ثلاثة اقسام: قسم لا يجوز وقسم يجوز ولا يجب وقسم مختلف في وجوبه(وصیت کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو جائز نہیں ہے، دوسری قسم جو صرف جائز ہے لیکن واجب نہیں ہے، تیسری جس کے وجوب میں اختلاف ہے)۔

ان تینوں کی وضاحت کرتے ہیں کہ پہلی قسم کی وصیت یہ ہے کہ وارث کے حق میں وصیت کی گئی ہو تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی۔ دوسری قسم کی وصیت جائز ہے لیکن واجب نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ کسی اجنبی کے لیے وصیت کر دی جائے، یہ بالاتفاق جائز ہے۔ تیسری قسم جس کے واجب ہونے میں اختلاف ہے، وہ یہ ہے کہ قرابت داروں کے حق میں وصیت واجب ہے یا نہیں؟

وذهب اهل الظاهر...الیٰ وجوبها للأقارب (اہل ظواہر کے نزدیک قرابت داروں کے حق میں وصیت واجب ہے)۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقاً على المتقين[18] اور یہ حدیث: انه قال عليه السلام من مات من غير وصية مات ميتة جاهلية(جو شخص بغیر وصیت کے فوت ہو جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے)۔

امام نووی کہتے ہیں کہ قرابت داروں یا اجنبی کے حق میں وصیت واجب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی، اس طرح حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اگر وصیت قرابت داروں کے لیے واجب ہوتی تو نبی ﷺ حضرت سعد کو مجبور کرتے کہ وہ ان کے حق میں وصیت کریں۔[19]

وصیت واجبہ کے بارے میں اہل ظواہر کا مؤقف

ابن حزم اندلسی ظاہری مسلک کے نمائندہ امام ہیں، وہ لکھتے ہیں: الوصية فرض على كل من ترك مالاً لما روينا من طريق مالك عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: ما حق امرى مسلم له شئى يوصي منه يبيت ليلتين الا و وصيته عنده مكتوبة(ہر وہ شخص جس کا ترکہ میں مال ہو اس پر وصیت فرض ہے، کیونکہ امام مالک نافع سے، اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس کچھ مال ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس میں وصیت کرے اور دو راتیں بھی ایسی نہ گزاریں جن میں اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو)۔

اس کے علاوہ وصیت کے واجب ہونے پر بعض صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال بھی نقل کیے اور وہ فقہا جو وصیت کے وجوب کے قائل نہیں ان کا بھی رد کیا ہے کہ جس روایت میں یرید من یوصی کے الفاظ کا اضافہ ہے وہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ امام مالک کی وہ روایت جو نافع کے واسطہ سے ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں، اس لیے وصیت واجب ہے۔[20]

وصیت واجبہ کے حوالے سے فقہا کی آرا کا جائزہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک وصیت مستحب ہے البتہ داؤد ظاہری اور بعض تابعین کے نزدیک وصیت واجب ہے۔ موجودہ دور میں یہ مسئلہ خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ وصیت مستحب ہے یا واجب بعض مسلمان ممالک نے اس حوالہ سے جدید قانون سازی کی ہے اور ان مسلمان ممالک نے وصیت کو دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے اور پوتیوں کے حق میں وصیت واجبہ کا درجہ دے دیا ہے۔ اس حوالے سے مصر نے ۱۹۴۶ء میں قانون سازی کرتے ہوئے پہل کی ہے اور اس کے بعد دیگر ممالک مثلاً عراق، شام، تیونس، الجزائر، اردن، سوڈان اور متحدہ عرب امارات وغیرہ نے بھی اس نوع کی قانون سازی کی ہے۔ آئندہ صفحات میں ان ممالک کی قانون سازی پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

وصیت واجبہ

مسلمان ممالک کے مدون قوانین، عدالتی فیصلوں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں جمہور فقہاء کے نزدیک وصیت کا عمومی حکم یہ ہے کہ یہ مستحب ہے، البتہ بعض صورتوں میں وصیت مباح ہے، بعض صورتوں میں مکروہ یا حرام ہے اور کچھ صورتوں میں واجب ہے۔ وصیت واجبہ کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف رہا ہے۔ وہ فقہاء جو وصیت واجبہ کے قائل ہیں ان میں طاؤسؒ، قتادہؒ، سعید ابن مسیبؒ، حسن بصریؒ، داؤد ظاہریؒ، ابن حزم اندلسیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ (ایک روایت کے مطابق) شامل ہیں۔ معاصر فقہاء میں یوسف القرضاوی اور بدران ابو العینین کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔[21]

پاکستان کے معروف علم دین مولانا گوہر رحمان وفاقی شرعی عدالت کے استفسار پر اس مسئلہ پر اپنا مئوقف ان الفاظ میں دیتے ہیں:

جمہور کے نزدیک وصیت کی فرضیت ہر ایک کے لیے منسوخ ہو چکی ہے اور غیر وارثوں کے لیے استحباب باقی ہے مگر بعض اہل سنت کے نزدیک غیر وارث اقرباء کے لیے فرضیت کا حکم باقی ہے۔[22]

"میں خود تو ائمہ اربعہ اور جمہور کی رائے کو راجح اور اقوی قرار دیتا ہوں لیکن میرا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہے بلکہ اختلافی ہے اور اختلافی مسائل میں مصلحت عامہ کی بنا پر کسی ایک رائے کے مطابق قانون بنانا اور فیصلہ کرنا ممنوع نہیں ہے،

اگرچہ وہ رائے جمہور کی رائے کے خلاف ہو۔اس لیے کہ اجماع امت کے خلاف دوسری رائے اختیار کرنا تو جائز نہیں مگر جمہور کی رائے کے خلاف دوسری رائے اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ مصلحت پر مبنی ہو۔نفسانی خواہشات اور شخصی اغراض پر مبنی نہ ہو"۔

مسلم ممالک میں وصیت واجبہ کے حوالے سے جدید قوانین کی تاریخ

وہ فقہا جو وصیت واجبہ کے قائل ہیں ان کی آراء سے استفادہ کرتے ہوئے بعض مسلم ممالک نے یتیم پوتے پوتیوں کے حق میں وصیت کو وصیت واجبہ کا درجہ دیا ہے۔اس نوع کی قانون سازی سب سے پہلے مصر میں ۱۹۴۶ء میں ہوئی،اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں شام کے عائلی قوانین کا اسے حصہ بنایا گیا۔دیگر ممالک مثلاً تیونس کے عائلی قوانین میں ۱۹۵۶ء میں، مراکش ۱۹۵۸ء، فلسطین ۱۹۶۲ء، کویت ۱۹۷۱ء اور اردن کے عائلی قوانین میں ۱۹۷۶ء سے وصیت واجبہ کا قانون نافذ العمل ہے۔

وصیت واجبہ سے متعلق مصر کا مدون قانون

اس قانون کا عنوان قانون الوصیۃ رقم ۷۱ لسنۃ ۱۹۴۶ یعنی قانون وصیت (نمبر ۷۱) ۱۹۴۶ء ہے۔وصیت واجبہ سے متعلق دفعہ ۷۶ کے الفاظ یہ ہیں:

> **مادة ٧٦:** اذا لم يوص الميت لفرع ولده، الذى مات في حياته أو مات معه ولو حكما، بمثل ما كان يستحقه هذا الولد ميراثا في تركته أو كان حيا[23] عند موته وجبت للفرع في التركة وصية بقدر هذا النصيب في حدود الثلث(اگر مرنے والے نے اپنی زندگی میں اپنے اس بیٹے کی اولاد کے حق میں وصیت نہ کی جو اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا ہو یا اس کے ساتھ ہی بیٹے کی موت واقع ہوئی ہو خواہ حکماً ہی ہو، تو اب اس فوت شدہ بیٹے کی اولاد کو اتنا ہی حصہ میراث سے ملے گا جتنا زندہ ہونے کی صورت میں فوت شدہ بیٹے کو ملتا، البتہ یہ حصہ ایک تہائی کی حد تک ہو گا)۔

اس وصیت واجبہ کے نفاذ کے لیے اس دفعہ میں دو شرائط ذکر کی گئی ہیں:

بشرط ان يكون غير وارث (شرط یہ ہے کہ یہ (یتیم پوتا) وارث نہ ہو)۔

ولا يكون الميت قد أعطاه بغير عوض من طريق تصرف آخر قدر ما يجب له

دوسری شرط یہ ہے کہ مرنے والے نے اپنی زندگی میں بلا معاوضہ اتنامال اسے نہ دیا ہو جتنا کہ اس کا وراثت میں حصہ بنتا ہے۔

اس دفعہ کے تحت اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ وصیت واجبہ فوت ہونے والے شخص کے بیٹوں اور بیٹیوں کی صلبی اولاد کے لیے ہو گی۔

مادہ۷۷: اذا أوصیٰ المیت لمن وجبت له الوصية بأكثر من نصيبه كانت الزياده وصية اختيارية

"اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں اس (یتیم پوتے/پوتی) کے حصے سے زیادہ وصیت کر دی، تو یہ اضافی حصہ واجب نہیں ہو گا بلکہ اختیاری ہے اور اگر حصے سے کم کی وصیت کی تو بقیہ حصہ بطور وصیت واجبہ ادا کر کے اسے مکمل کیا جائے گا"۔

الوصية الواجبة مقدمة على غيرها من الوصايا

دفعہ ۷۸: وصیت واجبہ دیگر تمام وصیتوں پر مقدم ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں ان قرابت داروں (یتیم پوتے/پوتی) کے حق میں وصیت نہیں کی جن کے حق وصیت کرنا واجب تھا، اور دیگر لوگوں کے حق میں وصیت کی، تو اس صورت میں بھی ان لوگوں کو پورا حصہ ملے گا جن کے حق میں وصیت ضروری تھی، ان کو ایک تہائی ترکہ سے دیا جائے گا اگر ایک تہائی سے انہیں پورا حصہ مل سکتا ہو، اگر تہائی ترکہ ان کے حقوق کے لیے ناکافی ہے تو اس مقدار سے پورا کیا جائے گا جو دوسروں کی وصیت میں شامل رہے۔

اس سے معلوم ہوا ہے کہ جن کے حق میں قانونی طور پر وصیت واجب تھی، ان کے لیے وصیت نہ بھی کی ہو تو تب بھی انہیں مکمل حصہ ملے گا خواہ کسی اور کے حق میں وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ مصری قانون میں وصیت واجبہ یتیم پوتے اور پوتی تک محدود ہے۔

اردن کا مدون قانون

اردن کے قانون الاحوال الشخصیہ (نمبر ۳۶) ۲۰۱۰ کے آٹھویں باب کی پانچویں فصل وصیت واجبہ کے بارے میں ہے۔

دفعہ ۲۷۹: اذا توفى شخص وله اولاد ابن وقد مات ذلك الابن قبله أو معه وجب لأحفاده هولاء في ثلث تركته وصية بالمقدار و الشروط التالية (اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے بیٹے کی اولاد ہو، اور وہ بیٹا باپ سے پہلے یا اس کے ساتھ فوت ہو گیا تھا، تو اس کے پوتوں کو ایک تہائی ترکہ سے درج ذیل شرائط کے مطابق حصہ دینا ضروری ہے:

1. وصیت واجبہ کے قانون کے مطابق پوتوں کو اس قدر حصہ ملے گا جتنا ان کے باپ کو ملتا، اگر وہ زندہ ہوتے، اور یہ ایک تہائی ترکہ سے متجاوز نہیں ہو گا۔
2. پوتے اس صورت میں وصیت واجبہ کے مطابق حصے کے حق دار نہیں ہوں گے جب وہ خود وہ اپنے دادا یا دادی سے وارث بن رہے ہوں۔
3. اگر دادا نے زندگی میں یتیم پوتوں کے حق میں ان کے استحقاق کے مطابق وصیت کر دی ہو یا زندگی میں ہی اتنا مال دے دیا ہو، تو اس صورت میں وصیت واجبہ کے قانون کے مطابق وہ حق دار نہیں ہوں گے۔ اگر حصہ سے کم کی وصیت کی تو پورا حصہ دینا ضروری ہو گا اور اگر حصہ سے زیادہ کی وصیت کی تو مقررہ حصہ سے زائد وصیت اختیاری شمار کی جائے گی۔
4. یہ وصیت واجبہ بیٹے کی اولاد یعنی یتیم پوتے/پوتیوں اور یتیم پرپوتے/پرپوتیوں کے لیے کی جائے گی: تکون الوصیة لاولاد الابن ولاولاد ابن الابن وان نزل واحداً أو اکثر للذکر مثل حظ الانثین یحجب کل أصل فرعه دون فرع غیره ویأخذ کل فرع نصیب أصله فقط (وصیت واجبہ میں یتیم پوتے/پوتیاں، پرپوتے/پرپوتیاں سب شامل ہیں، ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں، مرد ہوں یا عورتیں، مرد کو عورت کے حصوں کے برابر ملے گا۔ بیٹے کی حیات میں اس کی اپنی اولاد تو محروم رہے گی لیکن وہ کسی دوسرے فوت شدہ بیٹے کی اولاد کو محروم کرنے کا باعث نہیں ہو گا، اولاد اپنے اصول یعنی صرف اپنے والدین کے حصے کے حق دار ہوں گے۔

وصیت واجبہ سے متعلق عراق کا مدون قانون

قانون الاحوال الشخصیة(۱۸۸) ۱۹۵۹ کی دفعہ نمبر ۷۴ کے الفاظ یہ ہیں:

1. اذا مات الولد ذکرا کان أم انثی قبل وفاة ابیه أو امه فانه یعتبر بحکم الحی عند وفاة أی منهما وینتقل استحقاقه من الارث الی اولاده ذکوراً کانوا أم اناثا حسب الأحکام الشرعیه باعتباره وصیة واجبه علی ان لا تتجاوز ثلث الترکة(اگر بیٹا یا بیٹی اپنے باپ یا ماں کی وفات سے پہلے فوت ہو جائے تو اسے باپ یا ماں کی وفات کے وقت زندہ تصور کیا جائے گا اور وصیت واجبہ کی رو سے احکام شریعت کے مطابق میراث کی مستحق اس کی اولاد قرار پائے گی، خواہ اولاد نرینہ ہو یا غیر نرینہ، یہ وصیت واجبہ ایک تہائی سے زائد سے متجاوز نہیں ہو گی۔
2. تقدم الوصیة الواجبة بموجب الفقره من هذه الماده علی غیرها من الوصایا الاخری وفي الاستیفاء من ثلث الترکة(وصیت واجبہ دیگر اختیاری وصیتوں پر مقدم ہو گی اور پہلے اسے ایک تہائی ترکہ سے ادا کیا جائے گا یعنی ایک تہائی سے وصیت واجبہ ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے، اسے وصیت اختیاری میں دیا جائے گا)۔

الجزائر کا مدون قانون

قانون الاسرۃ الجزائری میں وصیت واجبہ کا قانون درج ذیل ہے:

الوصية واجبة لفرع الولد الذى مات موتا حقيقتاً في حياة أبيه أو أمه(وہ بیٹا جو اپنے باپ یا ماں کی زندگی میں حقیقتاً فوت ہو گیا ہو اس کی اولاد کے لیے وصیت کرنا واجب ہے)۔

یہی قانون حکمی موت کی صورت میں بھی ہے: مثلاً اگر ماں باپ کی زندگی میں بیٹا لا پتہ ہو گیا یا عدالت نے تحقیق کے بعد اس کے فوت ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا، تو اس صورت میں بھی وصیت واجب ہے۔ اسی طرح اگر بیٹا اپنے باپ یا ماں کے ساتھ کسی حادثہ کا شکار ہو گیا اور ایک ساتھ ہی سب پانی میں ڈوب گئے یا جل گئے تو اس صورت میں بھی اس (حادثہ کا شکار ہونے والے) کی اولاد وصیت واجبہ کے مطابق میراث کی حق دار ہو گی۔[24]

سوڈان کا مدون قانون

قانون الاحوال الشخصیۃ السودانی ۱۹۹۱ (۳۳) کے پانچویں باب کی دفعہ نمبر ۳۱۵ درج ذیل ہے:

الوصية بالتنزمل

التنزيل هو وصية بالحاق شخص غير وارث بميراث الموصي و بنصيب معين في الميراث

"تنزیل یا قائم مقام قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ غیر وارث شخص کے حق میں وصیت کنندہ وصیت کرکے اپنی میراث میں شامل کر لے اور میراث میں ایک متعین حصہ کی وصیت کرے"۔

دفعہ ۳۱۶: يستحق المنزل مثل نصيب المنزل منزلته، ذكراً كان أو انثى في حدود ثلث التركة(وہ شخص جسے قائم مقام قرار دیا گیا ہے وہ اس شخص کے حصے کا حق دار ہو گا جس کا اسے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے، خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، البتہ یہ وصیت صرف ایک تہائی ترکہ کے دائرہ میں ہو گی)۔[25]

یمن کا مدون قانون

قانون الاحوال الشخصیۃ الیمنی ۱۹۹۶ کی پانچویں فصل میں دفعہ نمبر ۲۵۹ حسب ذیل ہے: اذا توفى أى من الجد أو الجدة عن ولده أو أولاده الوارثين وعن أولاد أبن أو ابناء الابناء ما نزلو، وكانو فقراء وغير وارثين لوفاة أباءهم في حياته وقد خلف خيراً من المال ولم يقعدهم فيرضح لهم مما خلفه بعد الدين (اگر دادا یا دادی کی وارث اولاد فوت ہو جائے،

وارث پوتے پرپوتے فوت ہو جائیں اور ان کی اولاد جو اپنے ماں باپ کی وفات کی وجہ سے وارث نہیں بنتی، وہ محتاج ہوں اور ترکہ میں مال بھی ہو تو قرض کی ادائیگی کے بعد درج ذیل طریقہ سے وصیت واجبہ پر عمل درآمد ہوگا:

- فوت شدہ بیٹے کی ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو اس صورت میں اس کا وہی حصہ ہے جو وراثت پانے والی پوتی کا ہوتا ہے جب کہ دادا کی حقیقی بیٹی (پھوپھی) بھی موجود ہو تو اس صورت میں اسے چھٹا حصہ ملتا ہے۔
- فوت شدہ بیٹے کی اولاد میں ایک ہی بیٹا ہو یا بیٹے اور بیٹیاں بھی ہوں تو اس کا حصہ اتنا ہی ہوگا جتنا اس کے باپ کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا جو کہ پانچویں حصہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔
- اگر ایک سے زیادہ فوت شدہ بیٹے ہوں اور ان کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں ہوں، تو ہر ایک کو وہی حصہ ملے گا جتنا باپ کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا اور یہ ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہوگا۔

متحدہ عرب امارات کا مدون قانون

من توفي ولو حكماً وله اولاد ابن أو بنت وقد مات ذالك الابن أو تلك البنت قبله أو معه وجب لأحفاده هٰؤُلاءِ في ثلث تركته(اگر کوئی شخص فوت ہو جائے، خواہ حکمی موت ہی ہو، اور اس کے اس بیٹے یا بیٹی کی اولاد (بیٹا یا بیٹی) بھی ہو جو باپ کی زندگی میں یا اس کے ساتھ فوت ہو گیا ہو، تو اس شخص کے پوتوں کو ایک تہائی ترکہ سے حصہ ملے گا)۔

مسلمان ممالک میں جدید قانون سازی کا جائزہ

مصر، اردن، سوڈان، عراق، الجزائر، متحدہ عرب امارات میں مدون قانون یہ ہے کہ وصیت کو دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے اور پوتیوں کے حق میں وصیت واجبہ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ تیونس، شام اور بعض دیگر مسلمان ممالک میں کم و بیش یہی قانون نافذ ہے۔ وصیت واجبہ کے حوالے سے قانون سازی میں پہل مصر نے کی اور ۱۹۴۶ء میں یہ قانون وضع کیا، دیگر عرب اور بعض دیگر مسلمان ممالک نے اس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے ممالک میں وصیت واجبہ کا قانون بنایا۔ ان تمام ممالک کی قانونی دفعات کم و بیش یکساں ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

جدید قانون سازی میں مشترک نکات

1. دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے اور پوتی کا حصہ ہے۔
2. یہ حصہ اس فوت شدہ اولاد کے اس حصہ کے مساوی ہوگا، جو اگر وہ زندہ ہوتا تو اپنے باپ (مورث) سے اسے ملتا۔

3. یہ وصیت واجبہ صرف ایک تہائی کی حد تک نافذ العمل ہو سکے گی، ایک تہائی سے زائد وصیت اختیاری تصور کی جائے گی۔
4. وصیت واجبہ وصیت اختیار یہ پر مقدم ہو گی۔
5. حکمی موت مثلاً لا پتہ (مفقود الخبر) ہونے یا عدالت کے مردہ قرار دینے کی صورت میں وہی احکام ہیں جو حقیقی موت کی صورت میں ہیں۔
6. کسی حادثہ وغیرہ کی شکل میں دادا کے ساتھ ہی باپ کی موت واقع ہو گئی ہو تو تب بھی یہی احکام نافذ ہوں گے۔
7. دادا نے یتیم پوتے اور پوتی کے حق میں وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، دونوں صورتوں میں وصیت واجبہ کا قانون جبراً نافذ ہو گا، خواہ مورث راضی ہو یا راضی نہ ہو۔
8. درج ذیل صورتوں میں جدید قانون کے مطابق وصیت واجبہ کا قانون نافذ نہیں ہو گا۔
9. جن صورتوں میں پوتے یا پوتیاں وارث قرار پاتے ہیں، ان صورتوں میں ان کے حق میں وصیت واجبہ نہیں ہو گی۔
10. اگر مورث نے اپنی زندگی میں پوتے یا پوتی کو اتنی مقدار بلا عوض دے دی ہو جس کا وہ وراثت کے ذریعہ حق دار پاتا ہے، تو اب وہ وصیت واجبہ کے ذریعہ ترکہ میں حق دار نہیں ہو گا۔
11. اگر اس (پوتے) نے مورث کو قتل کر دیا ہو تو تب بھی وصیت واجبہ کے ذریعہ حصہ کا حق دار نہیں ہو گا۔

نتائج وسفارشات

- تمام آئینی اداروں اور اعلیٰ عدلیہ نے بالاتفاق دفعہ ۴ کو قرآن وسنت اور شریعت کے منافی قرار دیا اور اسے منسوخ کرنے کا حکم دیا ہے لیکن ایک طویل عرصہ سے یہ قانون عدالت عظمیٰ میں زیر التواء ہے۔ اس جمود کو ختم کرنے کے لیے اہل علم ودانش اور ماہرین شریعت کو کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔
- شمس الائمہ سرخسی اور علامہ کاشانی نے اور فقہاے حنابلہ میں سے ابن قدامہ نے بھی یہ اختلاف نقل کیا ہے کہ جمہور کے نزدیک وصیت کی فرضیت ہر ایک کے لیے منسوخ ہو چکی ہے اور غیر وارثوں کے لیے استحباب باقی ہے مگر بعض اہل سنت کے نزدیک غیر وارث اقربا کے لیے فرضیت کا حکم باقی ہے۔[26] اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہے بلکہ اختلافی ہے اور اختلافی مسائل میں مصلحت عامہ کی بنا پر کسی ایک رائے کے مطابق قانون بنانا اور فیصلہ کرنا ممنوع نہیں ہے، اگرچہ وہ رائے جمہور کی رائے کے خلاف

ہو۔اس لیے کہ اجماع امت کے خلاف دوسری رائے اختیار کرنا تو جائز نہیں مگر جمہور کی رائے کے خلاف دوسری رائے اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ مصلحت پر مبنی ہو۔ نفسانی خواہشات اور شخصی اغراض پر مبنی نہ ہو۔

- بعض علماء غیر وارثوں کے لیے وصیت کو صرف ایک سفارشی اور استحبابی حکم نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک حق واجب قرار دیتے ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ بعد کے لوگوں نے وصیت کے اس حکم کو محض ایک سفارشی حکم قرار دے دیا یہاں تک کہ بالعموم وصیت کا طریقہ منسوخ ہی ہو کر رہ گیا حالاں کہ قرآن مجید میں اسے ایک حق قرار دیا گیا ہے جو خدا کی طرف سے متقی لوگوں پر عائد ہوتا ہے (غیر وارثوں کے لیے)۔
- اگر اس حق کو ادا کرنا شروع کر دیا جائے تو بہت سے سوالات خود ہی حل ہو جائیں جو میراث کے بارے میں لوگوں کو الجھن میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً ان پوتوں اور نواسوں کا معاملہ جن کے ماں باپ دادا اور نانا کی زندگی میں مر جاتے ہیں۔
- اس حوالے سے مسلمان ممالک کے مدون عائلی قوانین سے مزید استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے

حوالہ جات

1۔ حافظ احمد یار، یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ: ایک علمی اور فقہی جائزہ، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۸-۱۰۹: مولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، پوتے کی میراث، ایم ثناءاللہ خان، لاہور طبع سوم ۱۹۶۱ء، ص ۲۳۳ : نیز ملاحظہ ہو ڈاکٹر تنزیل الرحمن، مجموعہ قوانین اسلام

2۔ مفتی جمیل احمد تھانوی، حوالہ سابق، ص ۲۲۶-۲۲۵

3۔ پنجاب اسمبلی کی طبع کردہ پبلک آراء، ص ۲ بحوالہ حافظ احمد یار، حوالہ سابق، ص ۱۰۹

4۔ حوالہ بالا

5۔ Report of the Commission on Marriage and Family Laws, p.10

6۔ اسلامی نظریاتی کونسل، دسویں رپورٹ: مسلم عائلی قوانین، اپریل، ۱۹۸۳، ص ص ۱-29

7۔ اسلامی نظریاتی کونسل، دسویں رپورٹ: مسلم عائلی قوانین، اپریل، ۱۹۸۳، ص ۳۵

8۔ حوالا بالا

9۔ PLD 1980 Peshawar 47

10۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، الریاض، طباعت اول ۱۹۹۹ء، ص ۳۹۱، حدیث ۲۷۱۴

11۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ، ۷۹-۱۹۷۸

12۔ کاسانی، ابو بکر بن مسعود، دارالمعرفۃ، بیروت، طباعت اول ۲۰۰۰ء، ۸: ۲۱۹

13۔ حوالہ بالا

14۔ بدائع الصنائع ۸: ۲۲۰

15۔ حوالہ بالا ۸: ۳۱۳

16۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن أحمد، المغنی، ھجر، القاہرہ ۸: ۳۹۰

17۔ المغنی ۸: ۳۹۱

18۔ مکمل آیت یہ ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ [البقرة ۲:]

19۔ المجموع شرح المھذب، محی الدین یحییٰ بن شرف النووی، دار الفکر ۱۵: ۳۹۹

20۔ ابو محمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی الظاہری، المحلی، دار الفکر ۹: ۳۱۲

21۔ شیخ عمر عبداللہ، احکام المواریث فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص ۳۱۹

22۔ مبسوط ۲۷: ۱۴۲؛ بدائع الصنائع ۷: ۳۳۰؛ المغنی لابن قدامہ ۶: ۱۳۷- ۱۳۸

23۔ المغنی لابن قدامہ ۶: ۱۳۷- ۱۳۸

24۔ التنزیل فی قانون الاسرۃ الجزائری، د۔ دغیش احمد، دار ھرامۃ، الجزائر (۲۰۰۹)، ص ۱۴۳

25۔ www.google.come الوصیۃ الواجبۃ فی القانون السودانی

26۔ مبسوط ۲۷: ۱۴۲؛ بدائع الصنائع ۷: ۳۳۰؛ المغنی لابن قدامہ ۶: ۱۳۷- ۱۳۸